دریائے سندھ کی کہانی، اسی کی زبانی!

شہزاد احمد حمید کمال انسان ہیں۔ان کی لکھی ہوئی کتاب ''سندھو سلطنت'' بذات خود ایک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔دراصل یہ دریائے سندھ کی کہانی ہے جو خود اس نے شہزاد احمد کے قلم سے درج کرائی ہے۔یہ کتاب کافی عرصے سے میری لائبریری میں موجود تھی۔مگر اس پر لکھ نا پایا۔اتنی شاندار کتاب پر جلد نا لکھنے کا بہر حال افسوس ضرور رہے گا۔کتاب میں سے چند اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ہاں تو یہ میں ہوں دریاؤں کا باپ ''اباسین''۔میری اپنی راجدھانی کشمیر کے بلند و بالا پہاڑی سلسلے سے ہوتی ہمالیہ' ہندوکش' قراقرم کی وادیوں سے گزرتی بحیرہ عرب کے ساحلوں تک پھیلی ہے۔ہزاروں میل لمبی اس سلطنت کا میں ایسا حکمران ہو جو باپ کی طرح شفیق ہے تو استاد کی طرح سخت بھی۔میں زرخیز مٹی سے ہریالی کی لالی بھی بانٹتا ہوں اور تند و تیز لہروں سے بے سمت آبادیوں کو تہہ خاک بھی کرتا ہوں۔میرے کنارے بے شمار قبائل' قومیں اور تہذیبیں بھی آباد رہیں۔قومیں اور قبائل آتے رہے جاتے رہے مگر میں ہوں کہ بہے چلا جا رہا ہوں۔اپنی روانی اپنی موج میں۔میں اپنی سلطنت میں کسی کی مداخلت کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔جو مجھ پر انحصار اور اعتبار کرتے ہیں میں ان سے پیار کرتا ہوں۔''میں دریائے سندھ کیوں کہلایا؟ اس حوالے سے بہت سی روایات ہیں۔ایرانی حکومت کا دائرہ گندھارا تک تھا تو وہ مجھے ''ہندو'' پکارتے تھے۔میں ہوں رگ وید کا ''سپت سندھو'' فارس کا ''ہتیا سندھو'' سنسکرت کا ''سندھو'' سندھی کا ''مہران'' اردو کا ''سندھ'' پشتو کا ''اباسین'' (دریاؤں کا باپ) یونانیوں کا ''انڈس'' ترکی کا ''نانیلاب'' اور خود اپنی دھرتی ماں کی زبان میں مجھے ''سنگ کھابب'' یعنی ''شیر کا منہ'' کہتے ہیں۔''اٹک گزیٹیئر'' میں لکھا ہے' اس ضلع میں دریائے سندھ کو دو ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ہزارہ سے اٹک تک یہ ''دریائے اٹک'' کہلاتا ہے جبکہ اس کے نیلگوں پانی کی وجہ سے اسے ''نانیلاب'' بھی کہتے ہیں۔ترکی زبان کے لفظ نانیلاب کا مطلب ہے ''نیلا پانی''۔''تاریخ فرشتہ'' کے مصنف ''محمد قاسم فرشتہ'' نے بھی میرا نام نانیلاب ہی لکھا ہے۔فرشتہ مزید لکھتے ہیں ''ہندو دھرم کے مطابق اسے پار کرنا منع ہے۔یہ پابندی اس لئے تھی کہ اس کے کنارے آباد مسلمان اسے پار کرتے تھے اور ہندو مسلمان کو ناپاک سمجھتے تھے۔لہٰذا اگر کوئی ہندو اسے پار کر لیتا تو وہ ہندو دھرم سے باہر سمجھا جاتا اور اسے واپس اپنے دھرم میں آنے اور ہندو بنانے کے لئے مذہبی رسوم ادا کی جاتی تھیں''۔اس عقیدے کی تصدیق دو انگریز سیاح ''ہیوگل اور برنس'' بھی کرتے ہیں۔اور بیان کئے گئے سبھی میرے ہی نام ہیں۔یونانی مجھے انڈس کہتے اور لفظ ''انڈیا'' کا ماخذ بھی یونانیوں کا دیا ہوا یہی انڈس ہی ہے۔میرا منبع ''سنگ کھابب'' تازہ پانی کا سدا بہار چشمہ ہے۔''پروفیسر حسن دانی'' لکھتے ہیں:

''پاکستان دریائے سندھ کا بچہ ہے اسی طرح جیسے مصر دریائے نیل کا۔سندھو نے اتحاد' زرخیزی' مواصلات' سمتوں کے تعین اور اس ملک کا تمام نقشہ ترتیب دیا ہے۔یونانی اس خطے کو جو آج کا پاکستان ہے کئی سو سال سے جانتے تھے۔انڈیا کا لفظ تو سکندر اعظم کی موت کے چھ سو (600) سال کے بعد وجود پذیر ہوا''۔

''میں تقریباً دو سو (200) میل یا تین سو بیس (320) کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے تبت کی شمال مشرقی سرحد عبور کر کے چھیالیس (46) سو میٹر کی بلندی سے مقبوضہ کشمیر کی وادی لداخ میں داخل ہوتا ہوں۔لہہ سے تیس (30) کلومیٹر دور میری پہلی ڈسٹری بیوٹری دریائے ''زنگ سار'' مجھ میں گرتا ہے۔مزید ایک سو پچاس میل کا سفر اسی سمت طے کر کے ''ہنورمن'' (بھارت) کے مقام سے بہتا پاکستان میں داخل ہوتا' دریائے لداخ کو مرول ٹاپ اور' دریائے شیوک کو ''چھومندو'' کے مقام پر اپنا ہمسفر بناتا ہوں۔کبھی ہنورمن گاؤں پاکستان کا حصہ تھا مگر 71 کی جنگ میں بھارت نے اس پر قبضہ کر لیا اور دکھوں اور تقسیم کی ایک اور کہانی نے جنم لیا۔چھومندو سے پچیس (25) کلومیٹر ڈاؤن سٹریم دریائے شگر اور میرا سنگم اسکردو کے قریب ہے تو مزید ڈاؤن سٹریم ہندوکش کے سائے سے بہنے والا ''دریائے گلگت جگلوٹ'' کے قریب اور مزید گیارہ (11) کلومیٹر ڈاؤن سٹریم نانگا پربت کی برف سے پھوٹنے والا ''دریائے استور'' ''بنجی'' کے مقام پر مجھ میں گرتے ہیں۔اگر آپ کا منہ مغرب کی سمت ہے تو شیوک دائیں ہاتھ اور سندھو بائیں ہاتھ سے بہتے آتے ہیں۔شیوک پاکستان میں جنم لے کر سیاچین سے ہوتا بھارت کی جانب بہتا ہے اور پھر دوبارہ پاکستان میں داخل ہو کر چھومندو کے مقام پر سندھو میں مل جاتا ہے۔پانی کے بہاؤ کے اعتبار سے شیوک بڑا دریا ہے۔شیوک کے سندھو میں گرنے کے بعد سندھو میں پانی کی مقدار اور بہاؤ دونوں میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔یوں سمجھو سندھو جوان ہو گیا ہے۔پاکستان میں داخل ہونے کے بعد یہاں تک کے سفر میں یہ سندھو کا سب سے بڑا معاون دریا ہے۔

''ملنا' بچھڑنا' خوشی اور غمی کا اٹوٹ انگ ہیں''۔(بابا گرونانک)

''بابا گرونانک کا قول حقیقت ہے اور یہ ہے بھی حقیقت میں پہاڑوں کی سرزمین سے باہر نکل آیا ہوں۔پیر سر' دربند اور تربیلا پیچھے رہ گئے ہیں۔وہ پٹھانوں کی قدیم ثقافت' خوشحال خاں خٹک کا دیس اور جدید زمانے کی کلاشنکوف' ہیروئن' سمگلرز' پردہ پوش خواتین اور سنگلاخ چٹانوں کا خطہ ہے۔یہ پنجاب ہے۔پانچ دریاؤں' سسی پنوں' ہیر رانجھا' گبھرو جوانوں' الہڑ مٹیاروں مہمان نوازوں' سونا اگلتے کھیتوں' راہٹوں کی گھوں گھوں' میٹھے سروں' سرسبز میدانوں' بابا بلھے شاہؒ سلطان باہوؒ میاں محمد بخشؒ داتا گنج بخشؒ میاں میرؒ جیسے صوفی شعراء اللہ کے دوستوں اور سب سے بڑھ کر میری (سندھو) منہ زور جوانی کی دھرتی ہے''۔اونچے پہاڑوں سے نکل کر جیسے ہی میں نشیبی علاقوں میں پہنچتا ہوں تو تربیلا کے مقام پر ایک بڑی بدنما دیوار بنا کر مجھے ڈیم میں بدل دیا گیا ہے۔میرے مشرقی کنارے ''حضرہ'' کی قدیم اور تاریخی بستی ہے۔تھوڑا آگے جرنیلی سڑک کے پاس اٹک ہے اور یہیں دریائے کابل مجھ میں گرتا ہے۔جنڈ کے قریب مرا اور ''سواں ریور'' کا سنگم ہے۔

''کالا باغ کے قریب میں (سندھو) سطح سمندر سے قریباً سات سو فٹ بلند ہوا اور یہاں سے سمندر تک کا سفر لگ بھگ نو (9) سو میل ہے۔تم اس فاصلے اور اونچائی سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہو کہ فی میل ڈھلوان کیا رہی ہوگی۔قدرت کا کمال ہے کہ میں ہزاروں فٹ کی بلندی سے بہنا شروع کرتا ہوں اور سمندر میں گرنے تک کس طرح میل در میل اپنی بلندی کم کرتا ہوں۔سبحان اللہ۔گرمی کے موسم میں سندھو اور پنجند کے باقی دریا اس قدر زور و شور سے بہتے ہیں کا اپنے کناروں سے باہر نکل جاتے ہیں۔بعض دفع یہ میدانوں میں اپنے لئے نئے راستے تلاش کر لیتے ہیں۔سارے دریا ایسا ہی کرتے رہتے ہیں۔پنجاب اور سندھ کے میدان انہی دریاؤں کی نقل و حرکت اور لائی مٹی سے تشکیل پاتے ہیں جو بہت عمدہ اور باریک ہے''۔

میرے دوست۔سندھو نے شاہ عبداللطیف بھٹائی کا ایک سندھی کا شعر سنا ڈالا ہے' جس کا مطلب کچھ یوں ہے:

پہلے چو بھے خنجر پھر کر باتیں پریت کی
ساز کی صورت درد سجن کا باجے دل کے اندر
انگاروں پہ پک کر پھر لے نام عشق کا

''تمہیں یہ بتانا تو بھول ہی گیا ہوں میں''۔داستان گو سندھو بولتا جا رہا ہے: ''1880ء تک مجھ میں اور پنجند کے باقی دریاؤں میں محدود پیمانے پر جہاز رانی ہوتی رہی ہے۔ریل کے آنے اور نہری نظام میں بڑے پیمانے پر توسیع نے جہاز رانی کو تقریباً ختم ہی کر دیا ہے۔آج بھی تھوڑی تعداد میں چھوٹے جہاز اور کشتیاں میرے پانیوں پر تیرتی نظر آتی ہیں لیکن یہ کوئی لمبا سفر نہیں کرتے ہیں۔البتہ میرے پانیوں پر آج بھی جنگلات کی قیمتی لکڑی خاص طور پر سکردو اور گلگت کے علاقے سے بہا کر میرے کنارے قائم مختلف لکڑ منڈیوں میں لائی جاتی ہے۔پہاڑی سفر میں گزرگاہ کے ساتھ ساتھ لکڑی کی بڑی منڈیاں بھی ہیں''۔

یہ ہے وہ منظر نامہ جو اس دھرتی کا خاصہ ہے جہاں جہاں سے سندھو بہتا ہے۔شاید یہ وہ آئینہ ہے جو بغیر کسی تعصب' طرفداری اور کھسوٹ کے خوب کو خوب اور رشت کو زشت اس کے اصلی آب و رنگ کے ساتھ دکھاتا ہے۔نہ کسی کا دوست نہ کسی کا مخالف' نہ وفادار' نہ بے وفا' نہ حریف پنجہ فگن' نہ شاعر شریں سخن۔اس کا اثر خواہ کسی پر اچھا پڑے یا برا' کوئی خواہش ہو یا خوشی' کسی کی تائید کا پہلو نکلتا ہو یا مخالفت کا' کسی کا مفاد مجروح ہوتا ہو یا کسی کو فائدہ پہنچتا ہو۔وہ صرف وہی دیکھتا ہے جو سچ ہے۔حقیقت اور صداقت کا ترجمان۔